ڈِس کنیکٹ

سید آصف اختر نقوی

فرحت کدہ، سرسید روڈ، سرسید نگر، علی گڑھ (یوپی)

مُلکِ ہندستان کا دارالسلطنت شہرِ دلّی بتاریخ ۱۷ جون ۲۰۰۲ء بوقت ساڑھے گیارہ بجے صبح بمقام بستی نظام الدّین درجۂ حرارت ۴۱ ڈگری سیلسیس دلّی وِدّیوت بورڈ یعنی بجلی کے دفتر کی چار منزلہ عمارت کی نچلی منزل پر بنے بل بھُگتان کھڑکیوں کے سامنے لگی بجلی استعمال کرنے والوں کی لمبی قطاریں اور اوپر سے نیچے، نیچے سے اوپر اترتے چڑھتے لوگوں کی بھیڑ۔

کیوں بھائی صاحب، بجلی ڈِس کنیکٹ کروانی ہے کدِھر جانا ہوگا؟

کمرہ نمبر ۲۰۲ سکنڈ فلور۔

۲۴ دونی ۴۸ سیڑھیاں چڑھ کر دوسری منزل پر سامنے کمرہ نمبر ۲۰۱، دائیں بائیں نظر ڈالی ۲۰۲ بائیں طرف تھا کمرہ کیا پورا ہال۔ چاروں طرف الماریاں ہی الماریاں، ان کے درمیان میزیں ہی میزیں اور ان کے پیچھے بیٹھے کرمچاری مرد اور کچھ عورتیں ہر ایک کے سامنے ان کے ہم نسل بجلی بھوگتاؤں کی بھیڑ۔

۲۰۲ میں داخل ہوتے ہی دائیں طرف والی میز پر جھکے کھڑے لوگوں کے بیچ گھُس کر میں بھی کھڑا ہوگیا۔ کچھ دیر بعد جب میز کے اُس طرف بیٹھی میڈم نے سامنے میز پر رکھّے موٹے رجسٹر پر جھکے جھکے اپنے چشمے کے شیشوں کے اوپر سے میری طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا تو میں نے اپنے آپ کو کہتے سنا۔ نمستے میڈم جی وہ سرکاری کوارٹر کی بجلی کٹوانی ہے؟

کون سی کالونی؟

جی وہ پرگتی وہار کوارٹر نمبر ۱۔ ۴۱۸۔

کوارٹر نمبر نہیں لیجر نمبر بتاؤ۔

جی وہ کیا ہوتا ہے؟

آخری بل لائے ہو؟

جی یہ لیجیے میں نے جلدی سے کندھے پر پڑے تھیلے میں سے بل نکال کر ان کے سامنے رکھا۔

انھوں نے اس پر ایک جگہ انگلی رکھ کر مجھے دکھاتے ہوئے پڑھا لیجر نمبر سی۔ ۳۳۷۔ نہیں میرے پاس ۳۳۸ ہے۔ میں نے میڈم کی ٹیبل سے سٹی اگلی میز کے پیچھے بیٹھے بابو جی کی طرف دیکھا وہ میرے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی اپنے سامنے کھلے رجسٹر پر سے نظر ہٹائے بغیر ہی بول پڑے میرے پاس سی ۳۳۹ ہے۔

اور سی ۳۳۷ کہاں گیا، میرے منھ سے بے اختیار نکلا۔

مجھے کیا معلوم سی ۳۳۹ نے کندھے اُچکائے۔ میں نے چاروں طرف نظر ڈالی۔ میں کمرے کے اندر دروازے کے دائیں طرف کھڑا تھا جہاں آخری میز ۳۳۹ کی تھی ۳۳۷، ۳۳۹ سے پہلے ہونا چاہیے تھا اسی طرف، مگر کیوں کہ دروازے کے بائیں طرف بھی میزیں، بابو، رجسٹر اور لوگ تھے اس لیے میں ادھر بڑھا۔ دروازے کے بائیں طرف والی پہلی میز خالی تھی مطلب اس میز کی کرسی اپنے بابو سے خالی تھی اور اس کے برابر والی کرسی میز کے درمیان ایک خاصی فربہ خاتون لوگوں کے بیچ کھڑی موٹے موٹے رجسٹروں کے بوسیدہ صفحے پلٹ پلٹ کر لوگوں کے بلوں کی جانچ کر رہی تھی اور جھلاّ رہی تھی میں نے میز پر جھکے ہوئے آدمیوں کے پیچھے سے پنجوں کے بل اچک کر اس سے پوچھا۔ میڈم جی آپ کے پاس ۳۳۷ ہے۔ نہیں، اُدھر انھوں نے برابر والی میز کی طرف اشارہ کیا، مگر وہ تو خالی ہے میڈم، تو میں کیا کروں۔ مگر ۳۳۷ میں گڑگڑِایا۔ میڈم نے ہاتھ سے بال پوائنٹ رجسٹر پر پٹخا اور میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ڈپٹا یہ انکوائری ہے کیا؟ کیوں ٹائم خراب کر رہے ہو میرا۔ جاؤ تیسرے فلور پر جا کر بڑے صاحب سے پوچھو ۳۳۷ کہاں ہے۔ لاؤ تمھارا کیا ہے؟ میڈم نے اپنی میز پر جھکے ایک آدمی کے ہاتھ سے کاغذ لیتے ہوئے پوچھا اور پھر سامنے سے گزرتی ہوئی خاکی شلوار قمیص پہنے ایک ادھیڑ عمر عورت کو آواز دی۔ اری سنتوش وہ رجسٹر نہ لائی تو اب تک؟ ابھی لائی میڈم جی جرا پنڈت جی کو چائے دے آؤں۔ چل جلدی کر اور میرے لیے بھی ایک چائے لیتی آنا۔

میں اس کمرے سے باہر نکلا کوریڈور کے سامنے ایک بڑا ہال تھا جہاں کئی جالی لگے کاؤنٹر ایک لائن سے بنے ہوئے تھے اور بہت سارے لوگ ان کاؤنٹروں کے سامنے لائن بنانے کی کوشش میں ایک کے پیچھے ایک ٹیڑھے ترچھے کھڑے تھے۔ ایک کاؤنٹر کے آگے کوئی نہ تھا۔ میں نے جا کر جالی کے اس طرف بیٹھے ایک دبلے پتلے سامنے کھلے رجسٹر پر جھکے بابو کو نمسکار کیا، چشمے کے شیشوں کے اوپر سے دو آنکھیں اٹھیں، گردن کے اشارے سے مجھ سے پوچھا گیا۔ کیا ہے بولو۔ جی میں نے سرکاری کوارٹر خالی کیا ہے۔ اس کو سرنڈر کرنا ہے۔ میں نے جلدی جلدی بتانا شروع کیا۔ گردن پھر ہلی، اس بار آواز کے ساتھ۔

سیدھا سیدھا بولو نہ بجلی کنکشن ڈس کنیکٹ کروانا ہے۔ جی جی میری گردن زور زور سے ہل رہی تھی۔ جی وہی نو ڈیوز کے لیے۔ ہاں تو اپیلی کیشن لائے ہو۔ جی نہیں..... میں گڑگڑایا، معلوم تھا۔ وہ اپنی میز پر ایک کاغذ میری طرف بڑھاتے ہوئے بڑبڑائے اب کاغذ بھی سپلائی کرو۔ تو لکھو جنرل منیجر دلّی وِدّیت نگم اب اپنی بات لکھو یا وہ بھی میں ہی بتاؤں۔ جی جی وہ میں لکھ لوں گا بہت کرپا آپ کی جناب۔ ہاں ٹھیک ہے اور پھر وہ اپیلی کیشن لے کر اس کے ساتھ آخری بل جو تم نے دیا ہے اس کی کاپی نتھی کر کے تیسرے مالے پر جا کر کمرہ نمبر ۳۰۳ میں پوچھنا پرگتی وہار کس کے پاس ہے اس کے پاس جمع کروا دو کمرہ میں نے ایک بار پھر ان کا شکریہ ادا کیا اور سیڑھی چڑھ کر تیسری منزل پر پہنچا۔ جیسے ہی کمرہ نمبر ۳۰۳ میں قدم رکھا بجلی چلی گئی اور سامنے بچھی میزوں پر بیٹھے بابوؤں نے گویا ایک ساتھ قلم رکھ دیئے پھر بھی میں آگے بڑھا اور سامنے والی میز پر پہنچا۔ میز والے بابو شرٹ کا اوپر والا بٹن کھول کر دونوں ہاتھوں سے کالر پیچھے کرتے رومال سے اپنا چہرے، گردن اور گلے کا پسینہ پونچھتے ہوئے خود ہی مجھ سے بولے۔ بتّی آنے کے بعد آنا جاؤ ادھر دیوار کے ساتھ بینچوں پر بیٹھے لوگوں کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔ میں مڑ کر بینچ پر بیٹھ ہی رہا تھا کہ بجلی آ گئی اس سے پہلے کہ اپنی باری والا کوئی میز تک پہنچتا وہ اٹھ کر کہیں جا چکے تھے۔ میں کچھ دیر تو اور لوگوں کی طرح بیٹھا رہا پھر اٹھا اور اس خالی میز کے برابر والی میز کے سامنے بیٹھے ایک میری طرح سفید بالوں والے کرمچاری کی طرف بڑھا کیوں سر یہ کدھر گئے؟ کب آئیں گے؟ کام بولیے انھوں نے رکھائی سے مگر نرم لہجے میں کہا۔ اور ہاں بولو نہیں بولیے۔ جی وہ پرگتی وہار کوارٹر سرنڈر کرنا ہے تو بجلی کنکشن کٹوانا ہے۔ کوارٹر نمبر۔ جی ۴۱۸ میں نے اپنی درخواست اور کاغذات ان کی طرف بڑھائے۔ انھوں نے میرے کاغذ برابر والی میز کی دراز میں ڈالے اور اس میں سے ایک رسید نما بکلٹ کے اوپر والے صفحے پر کچھ اندراجات کیے اور اوپر والے صفحے کا آدھا حصّہ میرے ہاتھ میں تھماتے ہوئے بولے یہ لیجیے یہ رہی رسید اسے لے جا کر لودھی روڈ سب اسٹیشن پر جمع کر دیجیے۔ دو ایک دن میں لائن مین آ کر آخری ریڈنگ نوٹ کر کے دے گا۔ اسے لے کر پھر یہاں آیئے۔ جی بہت کرپا آپ کی آپ نے بہت سہایتا کی دھنیہ واد۔ جی کوئی نہیں۔ پر یہ لودھی روڈ سب اسٹیشن کدھر ہے؟ مہر چند مارکیٹ کے پیچھے۔ میں نے نظام الدّین بجلی کے دفتر سے متھرا روڈ پر نکالی گھڑی پر نظر ڈالی ۴ بجنے میں ۸ منٹ باقی تھے کہیں میرے پہنچنے سے پہلے آفس بند نہ ہو جائے میں نے ایکسلیٹر پر دباؤ بڑھایا۔ مہر چند مارکیٹ سے آگے پہلے دائیں۔ پھر بائیں سامنے بجلی سب اسٹیشن کا بورڈ۔ میں نے گاڑی بورڈ کے برابر لگائی، اندر کمپاونڈ میں کئی سائیکلیں، موٹر سائیکلیں اور اسکوٹر کھڑے تھے۔ میں اندر گیا راہداری میں دائیں طرف ایک ایک کمرہ کئی میز کرسیاں فائلیں مگر کوئی انسان نہیں بائیں طرف ایک اسٹور روم جس میں چار آدمی بیٹھے تاش کھیل رہے تھے۔ میں انہیں دیکھ کر ٹھٹھکا۔ ایک نے اشارے سے مجھے آگے جانے کے لیے کہ۔ میں بڑھا سامنے کے کمرے میں ایک بڑی میز کے ساتھ کی چھوٹی میز پر ایک نوجوان کرم چاری اونگھ رہا تھا مجھے دیکھتے ہی خود ہی بولا اوپر دو نمبر کمرے میں جے ای عرفان ہوں گے۔ میں پوری راہ داری واپس ہوا اوپر گیا دو نمبر کمرے میں دو لوگ بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ مجھے آتا دیکھ کر ان میں سے ایک بولا پرگتی وہار ہاسٹل کا ڈس کنکشن ہے نہ لائے کاغذ۔ میرے ہاتھ سے کاغذ لے کر ایک رجسٹر میں رکھتے ہوئے بولا۔ کل کٹ جائے گا کنکشن۔ اگر آج ہو جاتا، میں لائن مین کو اپنی گاڑی میں لے جا کر واپس ڈراپ بھی کر دوں گا۔ ارے وہ بات نہیں لائن مین تو وہیں ہے راؤنڈ پر۔ اچھا تو میں اس کو وہیں ڈھونڈ لوں گا کیا نام ہے اس کا۔ دھنی رام کیا آپ جانتے ہیں اس کو، جی چار سال پہلے اسی نے لائن چالو کی تھی میرے فلیٹ کی۔ دیکھ لیجیے مگر فائدہ نہیں آپ کی پرچی تو اب کل ہی ملے گی اے ای صاحب کے سائن کے بعد تو پھر آپ کل ہی آ جایئے ساڑھے دس گیارہ کے بیچ۔ کل تو مشکل ہے چھٹی نہیں لے سکتا پرسوں آ جاؤں گا شکر وار کو۔

اگلے دن میں ایک بار پھر وہیں تھا۔ دفتر کھل چکا تھا۔ اسی کمرے میں، کل والا کرمچاری اپنی کرسی پر۔ عرفان جی نہیں آئے۔ جی وہ تو نہیں آئے، مگر ۴۱۸ اے پرگتی وہار والے ہیں نہ آپ۔ آپ کا کام ہو گیا ہے۔ اس آدمی نے سامنے رکھے رجسٹر میں سے ایک سلپ میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ نیچے ۶ نمبر سے اسٹیمپ لگوا لیجیے گا۔ او کے دھنیہ واد۔

عرفان جی سے میرا دھنیہ واد کہہ دیجیے گا۔ وہاں سے نکل کر ۱۵ منٹ میں میں پھر نظام الدّین آفس میں تھا اور کیونکہ میں جانتا تھا کہ کس منزل اور کس کاؤنٹر پر جانا ہے اس لیے کافی ریلیکس۔ لائن میں مجھ سے آگے دو لوگ اور تھے۔ اپنا نمبر آنے پر میں کاؤنٹر پر پہنچا۔ سامنے بیٹھے بابو جی سر جھکائے رجسٹر میں لکھ رہے تھے۔ میں نے انتظار کیا کہ یہ اندراج کر کے سر اٹھائیں تو کچھ عرض کروں۔ وہ مصروف رہے۔ میں نے کھنکھار کر ان کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی۔ لا حاصل۔ وہ سیٹ گھما کر پیچھے بیٹھے ساتھی سے باتیں کرنے لگے پھر سیدھے ہو کر اپنی میز کی دراز میں سے کاغذات نکالنے لگے۔ نمسکار بڑے بابو میں نے قدرے اونچی آواز میں کہا۔ کیا ہے بولیے۔ انھوں نے بغیر نظریں اٹھائے پوچھا۔ جی وہ۔ یہ ڈس کنکشن کی سلپ۔ اگلے کمرے میں الٹے ہاتھ کی آخری سیٹ پر ونے سنگھ، مگر کل تو اسی کاؤنٹر سے۔ تو پھر میں نے بتایا نہ آپ کو۔ چلیے آگے بڑھیے۔ میں اپنے بے معنیٰ سوال پر نادم ان کے بتائے ہوئے کمرہ کی طرف بڑھا۔ اب تک تو وہاں لمبی لائن لگ چکی ہوگی... میں اگلے دروازے میں داخل ہوا۔ وہ تو ایک وسیع ہال تھا جس میں لمبائی میں دیوار کے سہارے ایک لائن میں برابر برابر قطار میں لوہے کی الماریاں لگی ہوئی تھیں، ہر الماری پر مختلف نمبر پڑے ہوئے تھے اور ہر الماری کے سامنے دو دو کرسیاں اور ایک بڑی لوہے کی میز بچھی تھی اور چند کرسیوں کو چھوڑ کر سب پر کرمچاری رجسٹروں پر جھکے ہوئے کام کر رہے تھے اور ہر میز کے گرد کئی آدمی اپنے اپنے کاغذ آگے بڑھا رہے تھے۔ مجھے الٹے ہاتھ کی آخری میز والے سے کام تھا۔ میں آگے بڑھا۔ اس میز پر بھی باقی میزوں کی طرح لوگوں کا مجمع اپنے اپنے ہاتھوں کے پرچے آگے بڑھانے کی دھکم پیل کر رہا تھا، میں نے بھی اپنی منڈی اور ہاتھ میز تک پہنچانے کی مشقت شروع کر دی۔ ایک آدمی کے ہٹنے کے بعد میں میز والے کرمچاری کو دیکھ سکتا تھا۔ نمسکار ونے سنگھ جی۔ ان کا ٹرانسفر ہو گیا، میز والے نے بغیر نظریں اٹھائے اور اپنا ہاتھ روکے جواب دیا۔ جی وہ مجھے کسی نے بتایا تھا کہ وہ ڈس کنیکٹ کی پرچی والے ونے سنگھ جی۔ میں ہکلایا۔

بھائی صاحب خاموش رہیے دیکھ نہیں رہے سکسینہ جی کام کر رہے ہیں۔ برابر کھڑے ہوئے آدمی نے جس کا کام ہو رہا تھا، مجھ کو ٹوکا۔ میں خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد سکسینہ بولے بتائیے کون سا نمبر وہ پرگتی وہار، بل بک نمبر ۳۳۷۔ آپ آگے جا کر اندر آ جائیے اور اپنے ایریا کی بل بک نکال لیجئے۔ انھوں نے اپنے پیچھے رکھّی لوہے کی الماری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ میں نے اندر جا کر الماری کے پٹ کھولے، اندر چھ خانے تھے، ہر ایک میں ایک فٹ لمبے اور چھ انچ چوڑے ہارڈ باؤنڈ موٹی موٹی پوتھیاں بھری پڑی تھیں، ہر ایک پر چار انچ چوڑے بائنڈنگ والے سائڈ پر موٹے سے مارکر سے گہرے نیلے رنگ سے نمبر پڑے تھے۔ میں نے اکڑوں بیٹھ کر نیچے سے دیکھنا شروع کیا ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، اس سے اوپر کا خانہ ۳۲۹۔۳۳۴ اور اوپر میں کھڑا ہو گیا بیچ والا خانہ۔ یہاں ملے گا۔ ۳۳۵، ۳۳۶ اس کے برابر ۳۳۸۔ ارے ۳۳۷ کہاں گیا میرے منہ سے نکلا جلدی سے اگلا دیکھا ۳۳۹، اس کے برابر ۳۴۰، میرا دل بیٹھ گیا میں نے لمبی سانس لے کر ہاتھ بڑھا کر اوپر والے خانے میں الٹے رکھّے ہوئے پلٹے، ۳۴۱، ۴۲، جیسے ہی میں نے اس کے برابر رکھّا اگلا اٹھانا چاہا اس کے اوپر سے ایک بل بک لڑھک کر الماری سے نیچے گر گئی۔ میں نے جھک کر اٹھائی۔ ۳۳۷۔ شکر خدا کا۔ میرے منہ سے بیساختہ نکلا۔ لیجیے سکسینہ جی مل گیا۔ میں نے پلٹ کر بل بک کو ان کی میز پر رکھّا اور گھوم کر جا کر ان کی میز کے سامنے آ گیا۔ ہاں بتائیے کوارٹر نمبر۔ جی ۳۱۸۔ انھوں نے صفحے پلٹنے شروع کیے۔ ۳۱۷۔ آر۔ سی۔ مورتی ۳۱۸۔ سید آصف اختر نقوی۔ جی جی میں نے اپنی آواز میں ایسا ایکسائیٹمنٹ محسوس کیا گویا ابوابنِ ادہم والی کہانی کی فرشتوں والی کتاب میں اپنا نام مل گیا ہو۔ تو نقوی جی ادھر اندر والے کمرے میں زیروکس مشین ہے (انھوں نے بائیں طرف اشارہ کیا) وہاں سے ایک کاپی کروا لائیے۔ جی مجھے معلوم ہے، میں جلدی سے جا کر کاپی کروا لایا۔ انھوں نے اس پر اپنے دستخطوں کی چڑیا بٹھائی اور بولے یہ وہاں سامنے والے کمرے میں آہوجہ میڈم کے پاس لے جائیے وہ آپ کا لاسٹ بل بنا دیں گی۔ جی میں نے کہا اور مڑنے لگا تو انھوں نے کہا۔ نقوی جی یہ بل بک تو واپس الماری میں رکھتے جائیے، جی بالکل میں نے ان کے ہاتھ سے ۳۳۷ نمبر بل بک الماری میں واپس رکھی اور سامنے والے کمرے میں آہوجہ میڈم کی میز کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ ایک بڑا سا رجسٹر آدھا میز پر ٹکائے اور آدھا گود میں رکھے اس پر ایک بل کا کاغذ رکھ کر کسی کا آخری بل بنا رہی تھیں۔

انھوں نے اپنی ناک کے کونے پر رکھےّ چشمے کے شیشوں کے اوپر سے مجھے دیکھا اور آنکھ اور ہاتھ کے قلم کے اشارے سے اپنے برابر کی میز کے سامنے والی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں بیٹھ گیا۔ انتظار زیادہ لمبا نہیں تھا۔ انھوں نے اسی طرح آنکھ اور قلم کے اشارے سے مجھے بلایا میرا کاغذ اور آخری بل کی فوٹو کاپی لی، اپنی دراز سے ایک خالی بل نکالا اور پھر اپنی میز پر رکھے متعدد رجسٹر الٹنے پلٹنے لگیں اور پھر زور سے آواز دی...

اری رام پیاری۔ جی میڈم میرے پیچھے سے آواز آئی۔ دیکھنا ۳۴۷ رجسٹر تیاگی جی کی ٹیبل پر تو نہیں ہے۔ ابھی دیکھتی ہوں میڈم جی، جرا ملکھانی جی کو چائے دے دوں، میڈم رجسٹر پر جھکی رہیں۔ میں رام پیاری کا منتظر تھوڑی دیر بعد میڈم کے پیچھے رکھی الماریوں کی قطار کے آخری سرے سے رام پیاری مع رجسٹر اور میڈم کی چائے مٹھّی نمودار ہوئی۔ یہ لو میڈم جی ۳۴۷ اور چائے مٹھی، میڈم نے ایک عدد مسکراہٹ سے اس کا شکریہ ادا کیا اور مجھ سے مخاطب ہوئیں۔ ایک منٹ چائے پی لوں۔ جی ضرور میں تھیلے سے بوتل نکال کر پانی پیتے وقت سوچ رہا تھا کہ یقیناً سرکاری دفتروں میں کام کرنے والوں میں عورتیں زیادہ ایفیشینٹ اور مہذّب ہوتی ہیں۔ میڈم نے چائے ختم کرکے میرے آخری بل پر ضروری اندراج کرکے بل میری طرف بڑھایا اور بولیں، لیجیے، اندر والے ہال میں پرمود کرپا کر جی سے سائن کروالائیے۔ جی میں ہال کی طرف چلا جہاں ایک طرف چھوٹے چھوٹے متعدد کیبن تھے یعنی بجلی دفتر کے قدرے بڑے صاحبوں کے دفتر۔ ہر کیبن کے باہر بجلی استعمال کرنے والوں کی بھیڑ۔ سب سے آخری کیبن کرپا کر جی کا تھا جس کے دروازے پر کھڑے لوگ باہر ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ اندر بھی کئی لوگ موجود تھے مگر کرپا کر جی نہیں تھے۔ معلوم ہوا ابھی اٹھ کر گئے ہیں، جدھر گئے ہیں سب کی نگاہیں ادھر ہی ہیں، وہ رہے نیلے چیک کی شرٹ والے ادھر ہی آرہے ہیں۔ ایک نوجوان نے کمرے کی دوسری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ میں نے دیکھا نیلے چیک میں ایک ادھیڑ عمر کے صاحب بہت سے لوگوں میں کھرے کیبنوں اور میزوں کے بیچ سے ادھر ہی بڑھ رہے تھے، ان کے کیبن کے سامنے والے سب لوگوں کی نگاہیں ان پر تھیں جنھوں نے دیکھا کہ اس طرف آتے آتے اچانک وہ پلٹ گئے، جیسے کسی نے آواز دے کر روکا ہو، ایک کیبن کے اندر گئے، منتظر نگاہیں مایوس ہوگئیں مگر جلدی ہی نمودار ہوگئے، نگاہیں پھر پُر امّید۔ وہ اب بڑھ رہے تھے کئی میزیں آگے نکل آئے۔ ایک بزرگ کو دیکھ کر ان کے پیر چھونے جھکے، بزرگ نے محبت سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کچھ کہا۔ وہ پلٹے اور ان بزرگ کے ساتھ ہال سے باہر نکل گئے۔ لو ہو گیا کام۔ میرے منہ سے نکلا۔ آج کا دن بھی گیا۔ ایک بج کر دس منٹ ڈیڑھ بجے لنچ بریک ہوجائے گا، ڈھائی تک لوگ پلٹیں گے اور تین بجے پھر کچھ کام جمے گا پھر چائے۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، رومال پسینہ پونچھتے پونچھتے گیلا ہو چکا تھا۔ بھیڑ کا ایک اور ریلا کمرے کے دوسرے پر نمودار رہوا۔

کرپا کر صاحب بیچوں بیچ وہ اس طرف ہی آرہے تھے۔ امید نے پھر سر اٹھایا۔ وہ آرہے تھے آگئے بڑی مشکل سے اپنے کیبن میں گھسے اور لوگوں کے بیچ سے اپنی میز تک پہنچے۔ وہاں منتظر بیٹھی ایک خاتون سے بولے۔ ارے آپ کا کام ابھی تک نہیں ہوا اور ان کے کاغذ لے کر ان پر دستخط کیے، وہ دعائیں دے کر چلی گئیں۔ ان کے جاتے ہی جیسے انھوں نے میز پر رکھے کاغذات اپنی طرف کھسکائے، ان کی میز کے چاروں طرف سے ان کے کندھوں، سر کے اوپر سے، بغل سے بہت سارے ہاتھ اپنے اپنے کاغذ ان کے دستخط کے لیے ان کے سامنے کرنے لگے، انھوں نے اپنے دونوں ہاتھ ہلا ہلا کر، آواز اونچی کرکے حالات سدھارنے چاہے مگر سب بے سود، اچانک وہ کھڑے ہوگئے اور بولے ایسے کچھ نہیں ہوسکتا میں جا رہا ہوں۔ سارے ہاتھ لوٹ گئے اور وہاں موجود ان لوگوں نے جن کے کاغذ میز پر ایک کے اوپر ایک رکھے تھے، کیبن کے معمولات اپنے ہاتھ میں لیے اور کچھ دیر بعد کرپا کر جی میز پر بیٹھے اور قلم چلانا شروع کیا۔ تھوڑی دیر میں میرا کاغذ بھی ڈھیر میں نمودار ہوا، ان کے دستخط ہوئے۔ میں جلدی سے لپکا اور تھینک یو سر کہتا ان کے کمرے سے نکل کر ایک بار پھر میڈم کی میز کے سامنے تھا۔ حالاں کہ ڈیڑھ بج چکا تھا مگر میڈم ابھی موجود تھیں مجھے دیکھ کر بولیں ارے اب میرے پاس کیوں آئے، اوپر جا کر ادھیکش ابھینتا کے ہستا کشر کروا کر نیچے پیسے جمع کروا دیں اب اتنے دن سے آتے جاتے میں جان گیا تھا کہ ان کا مطلب ہے چیف انجینئر کے دستخط سے اور یہ بھی کہ ان کا کمرہ نمبر کیا ہے اور کس فلور پر ہے۔ تھوڑی دیر میں میں اس دفتر کے سب سے بڑے صاحب کے کمرے کے سامنے تھا۔ دروازے پر چپراسی اور لال بتّی۔ جی بتایئے وردی دھاری نے مجھ سے پوچھا۔ دستخط کروانے تھے۔ کل آنا صاحب اٹھ چکے ہیں۔ پلیز کل پھر چھٹی لینی پڑے گی، علی گڑھ سے آنا ہوتا ہے اب وہاں نوکری کرتا ہوں۔ خاص علی گڑھ، ہاں۔ میں خورجہ سے آتا ہوں روز چلو آجاؤ اندر میں اندر تھا۔ دو تین لوگ اور تھے۔ صاحب کھڑے ہو چکے تھے۔ کیا بات ہے ستیش یہ کیسے اندر آگئے انھوں نے چپراسی سے سوال کیا۔ وہ سر ہماری طرف کے ہیں انکل کئی دن ہوگئے۔ علی گڑھ سے آتے ہیں۔ ڈسکنکشن کا کیس ہے سر صرف آپ کے ایک سائن باقی ہیں۔ لاؤ جلدی لاؤ تم لوگ بھی۔ مکھیہ منتری کی میٹنگ ہے بھئی۔ ستیش نے میرے ہاتھ سے کاغذ لے کر کھڑے کھڑے سائن کروا کر دیئے، میں چپراسی اور چیف انجینئر دونوں کو بہت بہت شکریہ کہتا ہوا باہر نکلا۔ جلدی جلدی سیڑھیوں سے نیچے اترتے ہوئے گھڑی پر نظر

ڈالی۔ دو بجنے والے تھے یعنی لنچ کا بریک چل رہا تھا، بل پیمنٹ کے دو الگ الگ کاؤنٹر تھے نقد اور چیک دونوں بند تھے مگر دونوں کے سامنے کم سے کم چالیس پینتالس لوگ کھڑے لنچ کے بعد دو سے تین بجے تک ایک گھنٹے کے لیے کھڑکی کھلنے کے منتظر تھے۔ میں بھی نقد والی لائن میں لگ گیا۔ پرس سے نکال کر سات سو پینسٹھ روپے نکال کر شرٹ کی اوپر کی جیب میں رکھ لیے دو بج کر دس منٹ ہو چکے تھے۔ کھڑکی پر لائن میں لگا نوجوان کھڑکی کھٹکھٹا رہا تھا۔ بھائی صاحب دس منٹ اوپر ہو گئے، لائن میں پیچھے والوں نے بھی اس کی آواز میں آواز ملائی، میں سب سے پیچھے تھا۔ میرے پیچھے ایک اور صاحب آ کر کھڑے ہوئے اور بولے کب تک جمع ہوتے ہیں بل۔ تین بجے تک لکھا ہے کھڑکی پر۔ تب تو مشکل ہے نمبر آنا۔ جی دیکھتے ہیں، پہلے کھڑکی تو کھُلے، جی کھل گئی، میرے آگے والے نوجوان نے مڑ کر کہا۔ چلو شکر ہے۔ میں نے کندھے پر ٹنگے تھیلے میں سے بوتل نکال کر پانی پیا۔ میرے کانوں میں آواز آئی، دیکھو ساجد پیچھے لائن میں عارف بھائی کھڑے ہیں جامعہ ماس کمیونی کیشن والے ایک نوجوان اپنے آگے کھڑے دوسرے نوجوان سے کہہ رہا تھا۔ اماں نہیں عارف بھائی کے بال اتنے سفید کہاں ہیں۔ ہاں شکل کا کٹ وہی ہے، نہیں یار میں پوچھتا ہوں وہ نوجوان میری طرف بڑھا قریب آ کر ہاتھ اٹھا کر اور زیرِ لب سلام علیکم کہا میں نے بھی ایسا ہی کیا اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ پوچھتا میں نے کہا۔ آصف نقوی عارف کا بڑا بھائی، آپ لوگ جامعہ میں کام کرتے ہیں۔ جی اس نے جواب دیا اور کہا لائیے بل مجھے دید یجئے میں آگے ہوں ٹرائی کرتا ہوں شاید وہ بل لے لے۔ کیا ضرورت ہے میاں میں لگا تو ہوں لائن میں۔ سر نہیں لگتا تین بجے تک آپ کا نمبر آ پائے بڑا ڈھیلا آدمی بیٹھا ہے۔ آپ کو کل پھر آنا پڑے گا۔ ہاں یہ تو ہے میں علیگڑھ سے آتا ہوں۔ تو لائیے بل اور پیسے اور آپ یہیں لائن میں کھڑے رہیے۔ جب میں کاونٹر پر پہنچ جاؤں تو آگے آ جائیے گا۔ تھوڑی دیر بعد اس لڑکے کا نمبر آ گیا۔ میں خاموشی سے جا کر اس کے برابر کھڑا ہو گیا۔ پہلے اس نے اپنا بل اور پیسے دیئے۔ بابو نے بل پر ٹھپّا لگا کر اس کو واپس دیا۔ اس لڑکے نے میرا بل آگے بڑھایا۔ بابو نے گردن اٹھا کر سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ جی وہ میرے جانکار بزرگ ہیں سینئر سٹیزن۔ لڑکے نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے بابو سے کہا، بابو نے ایک نظر مجھ پر ڈال کر لڑکے کے ہاتھ سے پیسے لیے، گنے اور دراز میں ڈالے اور بل پر ٹھپا لگا کر تھما دیا۔ دھنیہ واد ہم دونوں کی زبان سے ایک ساتھ نکلا۔ میں نے ان لڑکوں کا شکریہ ادا کیا اور جلدی جلدی پھر سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ مجھے تیسری منزل پر کمرہ نمبر ۳۰۳ میں جانا تھا۔ صرف سات منٹ باقی تھے آج کے پبلک ڈیلنگ کے وقت میں، اگر بھیڑ ہوئی تو ہو گیا کام۔ میں ہانپتا ہوا ۳۰۳ کمرے پر پہنچا۔ صرف چار پانچ لوگوں کی لائن تھی، میرا نمبر آنے تک میری سانس نارمل ہو چکی تھی، میں نے کاؤنٹر میں اپنا کاغذ سرکایا۔ بابو نے لیا اور پھر برابر میں رکھی ہوئی نو ڈیوز کی موٹی سی رسید بک میں دو تین کاربن پیپر کے چوکور ٹکڑے لگائے پھر اوپر والے کاغذ پر میرے دیے ہوئے بل کے نمبر چڑھائے اور پھر دوسرے نمبر کی پرچی میرے ہاتھ میں تھماتے ہوئے بولے۔ لو جی اب یہ رسید اپنے ایریا (میرے کاغذ پر نظر ڈال کر) پرگتی وہار کے سی پی ڈبلیو ڈی کے دفتر میں دے دیجیے، لائن مین آ کر آپ کی بجلی کی سپلائی لائن ڈس کنیکٹ کر دے گا۔ جی بہت بہت دھنیہ واد۔ میں نے نیچے اترتے گھڑی پر نظر ڈالی تین بج کر دس منٹ۔ میں جانتا تھا کہ سی پی ڈبلیو ڈی کے دفتر میں اب لوگ ساڑھے تین کے بعد ہی ملیں گے، اس لیے میں نے نیچے آ کر سامنے مارکیٹ میں جا کر ایک ٹھنڈی لمکا پی اور پارکنگ سے گاڑی نکال کر لودھی کالونی بجلی سب اسٹیشن کی طرف کا رخ کیا۔ دس منٹ میں میں وہاں موجود تھا اور اطمینان کی بات یہ تھی کہ بڑے بابو اپادھیائے جی بھی موجود تھے۔ اللہ تو بڑا رحیم و کریم ہے۔ میں نے ان کو نمسکار کیا۔ انھوں نے گردن ہلائی اور میرے ہاتھ سے کاغذ لیتے ہوئے بولے۔ خان صاحب (جی وہ مجھے میرے پورے پرگتی وہار کے قیام کے دوران اسی نام سے مخاطب کرتے رہے) اب جب آپ چاہیں سامان لے جائیں۔ جی وہ تو میں پہلے ہی لے گیا۔ اچھا تو چلیے چلتے ہیں۔ چابی تو ابھی آپ کے پاس ہی ہے نا۔ جی۔ میں نے ان کو چابی دی۔ ہم لوگ اے بلاک کی چوتھی منزل پر فلیٹ نمبر ۴۱۸ پر پہنچے۔ اپادھیائے جی نے تالا کھولا۔ ہم اندر گئے، اپادھیائے جی نے بائیں طرف کی دیوار پر لگے بورڈ پر لگا بجلی کا مین سوئچ آن کیا۔ کھٹ سے آواز ہوئی مگر بجلی نہیں جلی۔ تھینکس گوڈ بجلی ڈس کنیکٹ ہوگئی۔ اپادھیائے جی مسکرا رہے تھے۔

میں سرکاری رہائش سے پرائیویٹ کرایے کے مکان میں شفٹ ہو گیا تھا جہاں بجلی کے معاملات مالکِ مکان کے ذمّے تھے۔ تھوڑے دن بعد میں نے اخبار میں پڑھا کہ دلّی میں اب بجلی کی سپلائی پرائیویٹ کمپنیوں کو سونپی جا رہی ہے۔ خدا کرے اور معاملات کے ساتھ ساتھ بجلی کا ڈس کنیکٹ کروانا بھی آسان ہو جایئے۔

○○

○○